سورہ فیل اور سورہ قریش سے

ملنے والے سبق

تصنیف

عبداللہ صدیقی

ریسرچ اسکالر آف ایمانیات

زیر سرپرستی

مولانا محمد سراج الہدی ندوی ازہری

استاذ دارالعلوم سبیل السلام، حیدرآباد

Azeem Book Depot
JameMasjid, Deoband U.P.
Pincode 247554

حق طباعت غیر محفوظ
بغیر کسی تبدیلی کے چھپوانے کی کھلی اجازت ہے

نام کتاب : سورہ فیل اور سور قریش سے ملنے والے سبق

تصنیف : عبداللہ صدیقی

زیر سرپرستی : مولانا محمد سراج الہدی ندوی واز ہری

سن اشاعت : 2014ء

تعداد : 250

کمپیوٹر کتابت : محمد عبداللہ سلیمان مظاہری
قبا گرافکس، حیدرآباد، فون:09704172672

ناشر
عظیم بک ڈپو، نزد جامع مسجد دارالعلوم دیوبند،
یوپی-انڈیا، پن کوڈ247554
فون:09997177817, 9760704598

اس کتاب کو ایصال ثواب کے لئے تقسیم کر کے قرآن مجید کی تعلیمات کو عام کیجئے
اور دعوت کا حق ادا کیجئے۔

''سورہ فیل'' سے ملنے والے سبق

سورة الفيل

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيْلِ ، أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ، وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيْلَ، تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ، فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُوْلٍ

لفظ	معنی	لفظ	معنی	لفظ	معنی
أَلَمْ	کیا نہیں	تَرَ	دیکھا تم نے	كَيْفَ	کیسے
فَعَلَ	کیا	رَبُّ	پروردگار	رَبُّكَ	تمہارے پروردگار نے
بِ	کے ساتھ	أَصْحَابِ	ساتھی (والے، مالک)		
اَلْفِيْلِ	ہاتھی	جَعَلَ	بنادیا	أَلَمْ يَجْعَلْ	کیا نہیں بنادیا
كَيْدَ	تدبیر	هُمْ	ان کی	فِيْ	میں
تَضْلِيْلٍ	بیکار، گمراہ	وَ	اور	أَرْسَلَ	نازل کیا
عَلىٰ	پر، اوپر	عَلَيْهِمْ	ان پر	طَيْرًا	پرندے
أَبَابِيْلَ	جھنڈ کے جھنڈ	رَمْی	پھینکنا	تَرْمِيْهِمْ	پھینک رہے تھے ان پر
حِجَارَةٍ	پتھر	مِنْ	سے	سِجِّيْلٍ	پکی ہوئی مٹی
كَعَصْفٍ	بھوسہ کی طرح	مَّأْكُوْلٍ	کھایا ہوا		

''کیا آپ (ﷺ) نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا، کیا اللہ نے ان کی تدبیر بیکار نہیں کردی اور ان پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیجے جو ان پر پتھریلی کنکریاں پھینکتے تھے، پھر انہیں کھائے ہوئے بھوسے کی طرح تباہ کردیا''

سورہ فیل پر غور و فکر

یہ مکی سورہ ہے، اس میں ہاتھی کا ذکر ہے، اسی وجہ سے اس کا نام سورہ فیل رکھا گیا، مشرکین عرب اس واقعہ کو اصحاب فیل کے نام سے یاد کرتے تھے، انہوں نے ہاتھی کو پہلی بار ابرہہ کے لشکر میں دیکھا تھا، یہ سورہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے ظاہر ہونے کے چار پانچ سالوں بعد نازل ہوئی۔

سورہ میں اصل خطاب

اس سورہ میں بظاہر رسول اللہ ﷺ سے خطاب ہے، مگر رسول اللہ کو خطاب کر کے اصل خطاب قبیلہ قریش سے ہے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے تھے، عموماً سارے عرب کو سمجھانا مقصود تھا اور قیامت تک دنیا میں آنے والے ہر اس دشمن اسلام جو مسلمانوں کا اور اسلام کا دشمن ہو اور اسلام کو مٹانے کی کوشش کرے، ان کو بھی وارننگ دینا مقصود ہے، اور قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لئے اس میں عبرت و نصیحت بھی ہے۔

سورہ فیل کا واقعہ عربوں میں بہت زیادہ مشہور تھا

قرآن مجید نے اس سورہ میں یہ تذکرہ نہیں کیا کہ اصحاب فیل کون تھے، کہاں سے آئے تھے، اور ان کا مقصد کیا تھا، صرف اتنا یاد دلایا کہ تم نے دیکھا نہیں کہ اصحاب فیل کے ساتھ تمہارے رب نے کیا معاملہ کیا؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ واقعہ پورے عرب میں بہت مشہور اور تازہ تازہ تھا، بچے بچے کو معلوم تھا اور رسول اللہ ﷺ کی پیدائش جس سال ہوئی اس سے بہت قریب ہی یہ واقعہ پیش آیا تھا، مفسرین نے لکھا ہے کہ تقریباً ۵۰ دن پہلے اصحاب فیل کا واقعہ پیش آیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ جس وقت دعوت ایمان دے رہے تھے، اس وقت زیادہ سے زیادہ ۴۵ سال پہلے یہ واقعہ گزرا تھا، تقریباً تمام عربوں میں یہ واقعہ آنکھوں دیکھا حال کی طرح مشہور تھا، عربوں کی اولاد اپنے بڑے بوڑھوں سے اس واقعہ کی تفصیل سنتی رہتی تھی، ابرہہ کے لشکر کے جو فوجی اپاہج، معذور اور اندھے ہو گئے تھے، بعض کو رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے وقت مکہ ہی میں بھیک مانگتے ہوئے عربوں نے دیکھا بھی تھا، محمد بن اسحاق نے لکھا کہ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کی بہن بی بی اسماء رضی اللہ عنہا خود کہتی ہیں کہ انہوں نے ابرہہ کی فوج کے اپاہج، اندھوں اور معذور لوگوں کو مکہ میں بھیک مانگتے ہوئے دیکھا ہے، عربوں کے اشعار میں اس واقعہ کا بھی بہت زیادہ چرچا تھا۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے صرف یہ فرمایا کہ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اصحاب فیل کے ساتھ تمہارے رب نے کیا معاملہ کیا؟ اور ان کے ارادوں کو کیسے ناکام بنا دیا؟ اور ان پر پرندوں کے جھنڈ بھیجے اور ان کو کھایا ہوا بھوسے کی مانند بنا دیا۔

ابرہہ کون تھا اور اس نے کعبے کے خلاف کیا اسکیم بنائی؟

ابرہہ یمن میں حبشہ کے بادشاہ کا گورنر تھا، وہ ایک عیسائی عقیدہ کا فرد تھا، شاہ حبشہ کی چاپلوسی کے ذریعہ وہ اپنی خودمختاری چلا رہا تھا، اس کو مشرکین عرب کا کعبۃ اللہ کا حج کے ایام میں کعبۃ اللہ کے پاس جمع ہونا اور اپنے آپ کو کعبہ سے جوڑے رکھنا اور کعبۃ اللہ کا بڑا ادب واحترام اور عزت کرنا برداشت نہیں ہوا، اس کو عربوں میں کعبہ کی مرکزیت پسند نہیں تھی کہ سارا عرب والہانہ اور مجنونانہ انداز میں کعبہ پر جانثاری کا اظہار کرے۔

چنانچہ اس نے عربوں کو عیسائی بنانے اور ان میں عیسائی کو پھیلانے اور عیسائیت کا رنگ چڑھانے اور کعبہ کی مرکزیت کو ختم کرنے کی اسکیم بنائی اور اپنے شہر

یمن کی دارالحکومت صنعا میں ایک بہت بڑا عظیم الشان گرجا اور کلیسا بنایا، جو اتنا بلند اور اونچا تھا کہ نیچے کوئی آدمی کھڑا ہوکر اوپر تک دیکھ نہیں سکتا تھا، اس کو قیمتی سامان، سونے چاندی اور جواہرات سے آراستہ کیا، اور پوری مملکت میں اعلان کروا دیا کہ اب یمن سے کوئی بھی کعبہ کے حج وزیارت کے لئے نہ جائے، صنعاء میں آکر گرجا گھر کی زیارت کرے اور اس گرجا گھر کو ہی مرکزی عبادت گاہ بنائے اور یہیں عبادت کرے۔

اگرچہ عرب لوگ مشرک تھے اور اپنے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نسبت رکھنے والا سمجھتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح وہ کعبۃ اللہ میں آکر حج کے مراسم ادا کرنے کو عبادت سمجھتے تھے، ان کو یہ بات سخت ناگوار گزری، ان کے دلوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور کعبے کی عظمت ومحبت بہت زیادہ پیوست تھی، اسی لئے سارے عرب کو جب ابرہہ کی بات معلوم ہوئی تو ان میں غصہ کی لہر دوڑ گئی۔

اس کے علاوہ ابرہہ کا دوسرا مقصد یہ بھی تھا کہ عربوں کو اس اعلان پر غصہ دلا کر ان سے لڑائی چھیڑی جائے اور کعبۃ اللہ پر حملہ کر کے اسے ڈھا دیا جائے اور اس کا وجود ختم کر دیا جائے۔ ایران کے راستوں پر ایرانی ان کو تجارت نہ کرنے دیتے اور ایرانی راستے تجارت کے لئے بند تھے، عربوں کے سارے علاقے میں عرب تجارت کرتے تھے، اس لئے مکہ پر حملہ کر کے تمام عربوں پر اپنی دھاک بٹھا کر، عرب کے تمام تجارتی راستوں پر قبضہ کر لیا جائے، اس طرح عیسائی لوگوں کو تجارت کا موقع مل جائے، اس سے عیسائی معیشت کو ترقی دی جائے اور تمام عربوں کا رخ یمن کے صدر مقام صنعاء کی طرف موڑ دیا جائے، تاکہ صنعا کا مقام بھی مرکزی تجارت گاہ بن کر عیسائیوں کو فائدہ پہنچے، اس طرح عیسائیوں اور شاہ حبش کو خوش کر کے اپنی قوم کی مدد کی جائے۔

ہر زمانے میں جاہل لوگ جذبات کا شکار ہوکر جاہلانہ اقدام کرتے ہیں

عرب کی چونکہ کوئی تربیت نہیں ہوئی تھی، وہ مشرک تھے، مشرک لوگ عقل کا

استعمال کم کرتے ہیں، وہ بہادر اور دلیر تھے، زمانۂ جاہلیت کا دور تھا، بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ غصہ اور انتقام اور جذبات میں آ کر ابرہہ کے بنائے ہوئے کلیسا میں گندگی کر ڈالی۔

بعض روایات میں ہے کہ وہاں ایک قافلہ ٹھہرا تھا، اس نے کلیسا کو آگ لگا دی، اس کے علاوہ بعض مفسرین نے یہ بھی لکھا کہ ابرہہ نے عربوں اور خاص طور پر کعبہ پر حملہ کرنے کا بہانہ تلاش کرنے کے لئے خود ہی اپنے آدمیوں کے ذریعہ کلیسا کے ایک حصے میں آگ لگا دی یا گندگی ڈلوا دی، جیسا کہ ہر زمانے میں شرپسند اور فسادی غیر مسلم لوگ یہ حربہ استعمال کر کے فساد کی آگ بھڑکاتے ہیں کہ کچھ لوگ مسلمانوں کا بھیس بنا کر اپنی عبادت گاہ یا جلسے گاہ میں آتے ہیں، اور مسلمانوں کی شکل وصورت میں اپنے ہی غیر مسلم اداروں، عبادت گاہوں یا بتوں کو نقصان پہنچاتے اور مسلمانوں پر حملے کرنے کے راستے پیدا کرتے ہیں، یا پھر خود مسلمانوں کے بعض بے شعور جاہل اور جذباتی لوگ عقل کا استعمال نہ کر کے جذبات میں بہہ کر نعرے مارتے اور دو چار غیر مسلموں کی دکانوں، مکانوں کو نقصان پہنچا کر خود تو بھاگ جاتے ہیں اور پوری مسلم آبادی پر فساد کا دروازہ کھول دیتے ہیں، اس قسم کی حرکتیں ہر زمانے میں بے شعور مسلم اور غیر مسلم دونوں کی طرف سے ہوتی رہتی ہیں، حالانکہ اسلام نے سختی کے ساتھ غیر مسلموں کے معبد اور بتوں کو برا کہنے اور ان کی توہین کرنے سے منع کیا ہے۔ اگر کوئی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثال دے کر یہ کہے کہ انہوں نے بتوں کو توڑا تھا، تو وہ پیغمبر تھے، ان سے اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو عقلی دلیل دینے کے لئے خاص طور پر وہ واقعہ کروایا اور اسے قرآن مجید میں رکھ کر قیامت تک آنے والے مشرک انسانوں کو عقلی دلیل دے کر سمجھا رہا ہے، سوائے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کسی پیغمبر سے پھر ایسا کوئی واقعہ نہیں کروایا گیا، ہمارے پیغمبر بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہیں، اور ان کے پیغمبر ہونے کے وقت کعبۃ اللہ میں ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے،

لیکن آپ نے یہ عمل نہیں کیا۔

سرکاری طور پر عمارت بنانے کے بعد حفاظتی دستہ کیوں نہیں رہتا

ہوسکتا ہے کہ عرب بھی کعبہ کے تعلق سے ابرہہ کے اس قسم کے اعلان کو برداشت نہیں کر سکے، مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آسکتی کہ حکومت کی طرف سے ایک بہت بڑا کلیسا بنایا جائے، اس میں قیمتی چیزیں رکھی جائیں اور اس کی حفاظت کے لئے کوئی حفاظتی دستے نہ ہوں، ایسا نہیں ہوسکتا۔ ظاہر بات ہے کہ یہ بات آسانی سے سمجھ میں آتی ہے کہ کلیسا کے کچھ حصے کو آگ لگانے یا گندگی کرنے میں ابرہہ ہی کا پروگرام تھا، اس نے محض کعبۃ اللہ پر حملہ کرنے کا بہانہ تلاش کرنے کے لئے یہ حرکت کی۔ حفاظتی دستے وہاں رہنے کے باوجود عرب لوگ غلاظت یا آگ کا عمل کیسے کر سکتے تھے، چنانچہ اس زمانے میں بھی غیر مسلموں کی بڑی حکومتوں یا یہودیوں اور نصاریٰ کی طرف سے یہ حرکتیں ہوتی رہتی تھیں۔

ابرہہ کا زبردست فوج کے ساتھ مکہ کا رخ کرنا

جب ابرہہ کو یہ اطلاع دی گئی تو وہ بہت غصہ ہوا اور اس نے قسم کھائی کہ وہ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے گا جب تک کہ وہ کعبہ کو ڈھانہ دے، یہ حرکت گویا کروا کر اعلان جنگ کر دیا اور تقریباً ۶۰ ہزار کی فوج تیار کر کے آٹھ دس ہاتھیوں کو ساتھ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوا، فوج کے سامنے ہاتھیوں کو رکھا، اس لئے اس سورہ میں ہاتھی والوں کے الفاظ ہیں۔ ہاتھیوں کو ساتھ رکھنے کا مقصد یہ تھا کہ کعبۃ اللہ کی دیوار کو زنجیروں سے باندھ کر ہاتھیوں سے کھینچا جائے اور دیواروں کو گرا دیا جائے، زمیں دوز کر دیا جائے اور عمارت کو ڈھیر کر دیا جائے، یہ کام جلد اور آسانی سے ہوسکتا تھا۔

ابرہہ جب مکہ کی طرف روانہ ہو رہا تھا، راستے میں ایک دو قبائل نے راستہ

روکنے اور مقابلہ کرنے کی کوشش کی، مگر انہیں شکست ہوئی، مشرکین مکہ کے کسی قبیلے میں ابرہہ سے لڑنے کی طاقت نہیں تھی، پھر ایک قبیلہ بنی ثقیف جولات بت کی پرستش کرتا تھا، اس نے اپنی عبادت گاہ کو بچانے کے لئے یہ کہا کہ یہ وہ گھر نہیں ہے جسے آپ لوگ گرانے نکلے ہیں۔ انہوں نے اپنی عبادت گاہ کو بچانے اور اسے نہ گرانے کی خاطر کعبہ کا راستہ بتلانے کے لئے ایک سفیر ابورغال نامی شخص کو ساتھ کر دیا، بعد میں سارے عرب میں اس قبیلے کی بہت بدنامی اور بے عزتی ہوئی اور لوگ اس سفیر کی قبر پر چپل مارا کرتے تھے، اور بنی ثقیف کو ایک مدت تک طعنے اور برا کہتے تھے کہ کعبہ کی خاطر اپنے معبد کو بچایا۔

ابرہہ کے لشکر کا مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان پڑاؤ

ابرہہ کعبۃ اللہ تک جانے نہ پایا اور اصحاب فیل پر مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان ہی عذاب آ گیا، مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان وادی محصب کے قریب محسر کے مقام پر پیش آیا، رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع میں جب مزدلفہ سے منیٰ کی طرف روانہ ہوئے تو محسر کی وادی میں آپ ﷺ نے رفتار تیز کر دی، اس لئے کہ اصحاب فیل پر عذاب اسی جگہ پیش آیا تھا؛ اس لئے سنت یہی ہے کہ آدمی یہاں سے جلدی سے گزر جائے۔ (مسلم، ابوداؤد)

موطا میں امام مالک روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مزدلفہ پورا کا پورا ٹھہرنے کا مقام ہے، مگر محسر کی وادی میں نہ ٹھہرا جائے، آج بھی حکومت کی طرف سے وہاں محسر کے نام کا بورڈ لگا ہوا ہے۔

عبدالمطلب سے ابرہہ کی ملاقات اور گفتگو

منیٰ اور مزدلفہ کے میدانوں کے قریب جو اونٹ چر رہے تھے انہیں ابرہہ کے حکم پر پکڑ لیا گیا، پھر ابرہہ نے ایک قاصد کو مکہ والوں کی طرف بھیجا کہ اگر کوئی ان کا

سردار ہو تو اسے میرے پاس بلا لاؤ اور کہا کہ ان میں اعلان کر دو کہ وہ جنگ کرنے نہیں آیا ہے، بلکہ کعبہ کو ڈھانے آیا ہے، جو کوئی مقابلہ کرنے نہیں آئے گا، اس کی جان، مال اور خاندان کو نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔

قاصد مکہ میں گیا اور معلوم کیا تو معلوم ہوا کہ سب سے بڑے سردار عبد المطلب بنی ہاشم ہیں، ان کے سامنے ساری بات رکھی اور ابرہہ کے پاس چلنے کو کہا، عبدالمطلب ابرہہ سے ملنے لشکر کے پاس آئے، ابرہہ ان کو دیکھتے ہی ان کے جلال اور رعب سے استقبال کرنے کو اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور خود نیچے آ گیا، بڑی عزت سے استقبال کر کے بیٹھایا، اس لئے کہ حضرت عبدالمطلب بہت اونچے خوبصورت، رعب دار، پر کشش، صحت مند جسامت اور متاثر کن انسان تھے، حقیقت میں سرداران قوم کو جیسا ہونا چاہیے ویسے ہی تھے، ان کی شخصیت کو دیکھ کر اس پر ایک خاص اثر پڑا۔ اس لئے فوراً کھڑا ہو کر استقبال کیا۔

پھر عبدالمطلب نے دوسری کوئی بات کہے بغیر یہ بات کہی کہ میں اپنے اونٹوں کے بارے میں بات کرنے آیا ہوں، آپ نے میرے اونٹ پکڑ لئے ہیں، انہیں چھوڑ دیں تو مہربانی ہوگی۔ ابرہہ کو بڑا تعجب ہوا، اس نے کہا کہ میں آپ کو دیکھ کر بہت متاثر ہوا تھا، آپ سردار قوم ہیں اور جس گھر کے متولی ہیں، اس کی بات چھیڑے بغیر اپنے اونٹوں کی بات کر رہے ہیں، بڑا تعجب ہے، اونٹوں کو تو میں چھوڑ دوں گا، مگر میں اس گھر کو جسے آپ لوگ امن کا گھر کہتے ہیں اس کا امن ختم کرنے اور اس کو گرانے اور زمین دوز کرنے آیا ہوں، آپ اس گھر کے بارے میں کچھ بھی بات نہیں کر رہے ہیں، عبدالمطلب نے کہا کہ یہ گھر میرا نہیں ہے، جس کا ہے وہ اس کی حفاظت خود کر لے گا، اس کا ایک رب ہے وہ جانے اور آپ جانیں، اس نے آج تک کسی کو اس پر مسلط ہونے نہیں دیا، اس لئے میں اپنی چیز کی بات کر رہا ہوں۔

ابرہہ نے کہا میں آج اسے ڈھائے بغیر نہیں لوٹوں گا، آج اس گھر کا مالک بھی اس کو مجھ سے نہیں بچا سکے گا، ہم اسے پوری طرح زمین کے برابر کر دیں گے، تمہارا خدا آج اس کو گرنے سے مجھ سے نہیں بچا سکے گا۔

عرب کا کوئی بھی قبیلہ اتنی بڑی فوج سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا، اس لئے وہ کسی طرح کی مزاحمت کیے بغیر خاموش رہے؛ البتہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ عربوں نے کچھ خراج ادا کرنے کی پیش کش بھی کی تھی، مگر وہ نہیں مانا اور انکار کر دیا، اس پر عیسائیت کی بھوت سوار تھی۔

مشرکین مکہ بتوں کو چھوڑ کر خالص اللہ سے دعائیں مانگنے لگے

پھر عبدالمطلب مکہ واپس آئے اور قریش کے تمام خاندانوں کو اہل وعیال کے ساتھ مکہ کی وادیوں میں اوپر چلے جانے کے لئے کہا، تاکہ قتل وخون نہ ہونے پائے، پھر خود چند سرداروں کو لے کر کعبۃ اللہ گئے اور دروازے کی کنڈی پکڑ کر خالص اللہ تعالیٰ کو پکارا اور اللہ سے خوب دعائیں کیں اور دعاؤں میں یہ الفاظ بھی کہے کہ ’’خدایا بندہ اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے، تو اپنے گھر کی حفاظت فرما۔ کل ان کی صلیب اور ان کی تدبیر تیری تدبیر کے مقابلے میں غالب نہ آئے، اس گھر کا دشمن تیرا دشمن ہے، اپنی بستی کو تباہ کرنے سے ان کو روک، اے ہمارے رب ہم تیرے سوا کسی سے امید نہیں رکھتے‘‘۔ اس طرح دعائیں کر کے یہ سب لوگ پہاڑوں پر چلے گئے، ان دعاؤں میں خاص بات یہ ہے کہ کسی بت کا نام نہیں لیا گیا، حالانکہ اس وقت کعبۃ اللہ میں ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے، صرف خالص اللہ کو پکارا۔

ابرہہ اور اس کی فوج کا حشر

دوسرے دن ابرہہ کی فوج مکہ کی طرف بڑھنا چاہ رہی تھی، مگر بڑھ نہ سکی، ان

کا جو شاہی ہاتھی محمود تھا، وہ کعبۃ اللہ کے رخ کی طرف چلنے کے لئے تیار ہی نہیں تھا، کعبہ کے رخ زمین پر بیٹھ گیا، اس کو مار مار کر زخمی کر دیا گیا، مگر وہ اپنی جگہ سے اٹھتا ہی نہیں تھا، اس کو یمن یا دوسری طرف موڑا جاتا تو چلتا، مگر کعبہ کی طرف نہ چلتا، دیکھتے ہی دیکھتے سمندری علاقوں سے پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ آئے جو کبوتر کی جسامت کے تھے، ان کے پنجوں اور چونچ میں کنکری نما پکی ہوئی مٹی کی گولیاں تھیں، وہ پرندے چاروں طرف سے ابرہہ کے لشکر پر چھا گئے، اور اوپر سے کنکریوں کی بارش شروع کر دی۔ کنکریاں چنے کے برابر تھیں۔ قرطبی میں ہے کہ عربوں نے اس سے پہلے اس قسم کے پرندے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان کی چونچ پرندوں جیسی اور پنجے کتے جیسے تھے۔ مکہ کے بعض لوگوں کے پاس یہ کنکریاں ایک مدت تک محفوظ تھیں، تعجب یہ تھا کہ مکہ ایسا شہر جہاں پہاڑ ہی پہاڑ کے سلسلے، جہاں پر ایک درخت اور پودا تک نہیں ہوتا تھا، پھر یہ جھنڈ کیسے اور کہاں سے آ گیا؟ جدہ شہر وہاں سے ۸۵ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، جہاں سمندر کا کنارہ ہے، یہ صرف اللہ کا عذاب تھا جو یکا یک آن کی آن میں آیا اور چلا گیا، ابابیل بعض علماء کے نزدیک اسم جمع ہے۔ اس کے معنی پرندوں کے غول کے ہیں، کسی خاص پرندے کا نام نہیں۔

جیسے ہی اوپر سے وہ پرندے کنکریاں چھوڑتے گئے اور کنکریوں کی بارش برسنے لگی ابرہہ کی فوج اور ہاتھی میں افراتفری پھیل گئی، اور وہ کنکریاں جسم میں سے گزر کر جسم کو چھیدتے ہوئے زمین پر گر جاتی تھیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہے کہ جس کے جسم پر کنکری گرتی اس کو کھجلی اور خارش شروع ہو کر جلد پھٹتی اور گوشت جسم سے الگ ہونا شروع ہو جاتا، خون، پانی کی طرح بہنا شروع ہو گیا، ہڈیاں نظر آنے لگیں۔ خون کے ساتھ پیپ بھی بہتا، خود ابرہہ پر بھی یہی حال ہوا، لشکر بھاگنا شروع ہوا، راستہ بتلانے والے کو مجبور کیا گیا کہ وہ واپسی کا راستہ بتلائے، مگر اس نے عذاب الٰہی دیکھ کر

کہا جب اللہ کا عذاب آ چکا ہے تو اب میں راستہ کیسے بتلاؤں۔

اللہ تعالیٰ نے سارے لشکر کو منیٰ کے میدان میں نہیں مرنے دیا، بلکہ جس کو جس طرف راستہ نظر آیا وہ اس راستے پر نکل گیا اور ہر راستے پر مختلف لوگ مختلف مقامات پر گرتے اور مرتے گئے، سب کے سب ایک ہی وقت میں ہلاک نہیں کئے گئے، یہاں تک کہ یمن تک گرتے چلے گئے، اس طرح بکھر جانے سے اس واقعہ کی اطلاع آگ کی طرح سارے عرب میں پھیل گئی، ابرہہ زخمی حالت اور سڑے ہوئے جسم کے ساتھ یمن جا کر مر گیا، اس کے بعد اس کا بیٹا جانشین بنا، مگر شاہ حبش کو معلوم ہوا تو اس نے فوج کشی کر کے یمن کی حکومت اس سے چھین لی، عربوں کو جب ابرہہ کی حکومت ختم ہونے کی اطلاع ملی تو وہ بہت خوش ہوئے، کعبۃ اللہ کو گرانے گیا تو خود اس کی حکومت ختم ہوگئی۔

چنانچہ عرب کے سارے علاقوں میں اس واقعہ کی بہت شہرت ہوئی، اس پر اشعار اور قصیدے لکھے گئے، اشعار میں بھی کسی بت کا ذکر نہیں ملتا، خالص اللہ کی قدرت کا اعتراف ہے، کسی نے شرکیہ اشعار نہیں لکھے، اور نہ کسی بت کی تعریف کی، کسی شاعر نے یہ نہیں کہا کہ لات ومنات یا کوئی دوسرے بتوں نے مدد کی، غرض اس واقعہ سے عرب نے بتوں پر سے خیال ہٹا لیا، اور ان کے دماغوں پر اللہ کی قدرت اور طاقت کا غلبہ چھا گیا۔

سورہ فیل سے ملنے والے سبق اور نصیحتیں

اس واقعہ کے بعد مشرکین مکہ شرکیہ حرکتیں بھول گئے تھے

اس واقعہ کے اثرات سے مشرکین مکہ بہت زمانے تک شرکیہ اعمال بھول کر صرف اللہ واحد کو پکارتے اور یاد کرتے تھے، ان کے دل و دماغ پر اللہ کی

قدرت اور بڑائی اور طاقت ہی کا غلبہ رہا۔ تاریخ میں یہ بھی ہے کہ دس سال تک اور ایک روایت میں سات سال تک خالص اللہ واحد کی پرستش کی جاتی رہی، پھر آہستہ آہستہ شرکیہ اعمال شروع ہو گئے، اہل عرب اس سال کو ’’عام الفیل‘‘ ہاتھیوں کا سال کہہ کر یاد کرتے تھے۔ یہ واقعہ محرم کے مہینے میں پیش آیا تھا اور رسول اللہ ﷺ کی ولادت ربیع الاول میں ہوئی۔

انسانوں کی یہ حالت ہر زمانے میں رہی کہ جب ان پر یکایک مصیبت، آندھی، طوفان اور زلزلے آتے، یا وہ سمندر کی موجوں، یا ہوائی جہاز کے اڑتے وقت خطرے میں آجاتے، یا ریل اور بس کے سفر میں آگ وغیرہ لگ جانے پر وہ گھبرا کر صرف اللہ کو پکارتے اور اللہ ہی سے مدد مانگتے، اس وقت ان کو کوئی بت یاد نہیں آتا، پھر مصیبت دور ہو جانے کے بعد خدا کو بھول جاتے اور بتوں، درگاہوں، جھنڈوں اور الموں سے رجوع ہوتے ہیں۔

اس سورہ میں صرف عذاب ہی کا تذکرہ کیوں ہے؟

اس پوری سورہ میں صرف اصحاب فیل پر عذاب کا تذکرہ ہے، آخر صرف عذاب ہی کا تذکرہ کیوں کیا گیا؟ زیادہ تفصیل کے ساتھ کوئی دوسری بات بیان نہیں کی گئی، اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ یہ واقعہ کچھ زیادہ پرانا نہیں تھا، مکے کا بچہ بچہ اس کو جانتا تھا، تمام عرب اس بات سے اچھی طرح واقف تھے کہ ابرہہ یمن کا گورنر کعبۃ اللہ پر حملہ کرنے کے ارادے سے آیا، تو وہ اور اس کی فوج کیسے اللہ کے عذاب میں گھر گئی، اللہ نے مکہ شہر اور وہاں کے باشندوں اور کعبۃ اللہ کی کس طرح حفاظت فرمائی۔ اس وقت کسی دیوی دیوتا نے نہیں؛ بلکہ خالص اللہ نے ان کی حفاظت اور کعبہ کی حفاظت فرمائی۔ ابرہہ سے حفاظت کے لئے قریش کے لوگوں نے تمام بتوں کو چھوڑ کر صرف خالص اللہ سے ہی مدد مانگی تھی اور کئی سالوں تک اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کی۔

اس لئے اس سورہ میں زیادہ تفصیلات کا ذکر نہیں کیا گیا، صرف عذاب کا ذکر ہے۔

سورہ میں قبیلۂ قریش کو وارننگ

جس طرح باغی سرکش اور ظالم انسانوں کو عبرت، یاددہانی اور وارننگ کے طور پر ان کے ظلم وزیادتی اور سرکشی سے روکنے کے لئے کوئی خطرناک، ہیبت ناک، سخت سزا اور واقعہ کو یاد دلا کر، ان کی شرارتوں اور ظلم سے روکنے کا خود انسانوں میں ایک فطری طریقۂ کار ہے کہ وہ اپنی شرارتوں اور فساد سے دور رہیں۔ ورنہ ان کا حشر فلاں فلاں لوگوں کی طرح ہو کر ان کو تباہ و برباد اور تاراج کر دیا جائے گا، بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مشرکان مکہ کو ان کی رسول اللہ ﷺ کی دعوت پر مخالفت اور صحابہ پر ظلم وزیادتی کو روکنے کے لئے اصحاب فیل کا واقعہ یاد دلا کر وارننگ دی ہے کہ وہ اپنی شرارتوں سے باز آجائیں، ورنہ ان کا حشر بھی اصحاب فیل کی طرح ہو سکتا ہے۔

اللہ کے لئے بڑی سے بڑی حکومت اور طاقت کو ختم کرنا معمولی بات ہے

اس واقعہ سے یہ بھی سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، اس کی قدرت اور طاقت کے سامنے کسی کی کوئی حیثیت ہی نہیں، وہ جب کسی کو بچانا چاہے اور کسی کی مدد کرنا چاہے اور کسی کو عذاب سے ہلاک کرنا چاہے تو اس کو کوئی بڑی بڑی چیزیں لا کر مدد کرنا، یا ہلاک کرنے کی ضرورت ہی نہیں، بلکہ معمولی بے حیثیت چیزوں سے بڑی بڑی طاقتوں کو تباہ و برباد کر دیتا ہے اور مدد کرتا ہے، اس نے نمرود کو مچھر سے ہلاک کیا، فرعون اور اس کی فوج کو پانی میں ڈبو دیا، عاد وثمود کو ہوا کے طوفان سے اڑا کر ختم کر دیا، قارون کو زمین میں دھنسا دیا، لوط علیہ السلام کی قوم کو پتھروں کی بارش اور کسی کو زلزلوں، طوفانوں، آندھیوں اور کسی کو بیماریوں یا صرف صورتوں کو مسخ کر کے ختم کر سکتا ہے اور کسی کو بڑی تعداد کے مقابلے میں کم تعداد اور معمولی ہتھیاروں کے ساتھ فتح دے سکتا، مدد کر سکتا ہے

جس طرح جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدد کی، آگ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بچایا، حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح ہونے سے بچایا، یونس علیہ السلام کی قوم کو عذاب سے بچایا، نوح علیہ السلام کی قوم کو سیلاب سے ختم کیا اور ان کو ان کے ساتھیوں کو کشتی میں محفوظ کر دیا، اسی طرح اس نے ابرہہ کو اور اس کے لشکر کو معمولی پرندوں سے کنکریوں کے ذریعہ سخت عذاب دیا، اس لئے ایمان والوں کو اللہ پر کامل بھروسہ رکھنا چاہئے، ایمان والے ہمیشہ اللہ پر نظر رکھیں، دنیا کے اسباب پر نہیں۔

بے سروسامان کمزور مسلمانوں کو اس سورہ سے ہمت حاصل کرنا چاہیے

دنیا ایسا مقام ہے جہاں انسان پر اچھے بُرے حالات آتے رہتے ہیں، اور بعض حالات میں مسلمان غیر مسلموں کے پاس کمزور اور بے سروسامانی کی حالت میں رہ سکتے ہیں، ان پر ظلم وزیادتی کی جاسکتی ہے، ایسی صورت میں اگر ان کو باہر سے کوئی مدد نہ ملے تو وہ غیر مسلموں کی طاقت، خطرناک ہتھیار اور فوج اور پولیس سے متاثر نہ ہوں، ان سے نہ ڈریں، بلکہ ہر حال میں اللہ پر نظر رکھیں اور اپنے آپ کو پوری طرح اللہ کے حوالے کر کے اللہ سے مدد مانگیں، اور اللہ ہی کو پکاریں، وہ یہ عقیدہ رکھیں کہ سوائے اللہ کے ان کی حفاظت کوئی نہیں کرسکتا اور کوئی نہیں بچا سکتا، اللہ نے ان کو سب سے بڑا ہتھیار دعا کی صورت میں دیا ہے، اس لئے وہ کثرت سے اللہ سے دعائیں مانگتے رہیں اور اسلام کی سخت پابندی کریں۔

جس طرح عبدالمطلب اور ان کے ساتھی نے سب بتوں کو چھوڑ کر خالص اکیلے اللہ کو پکارا تو اللہ نے باوجود ان کے پاس طاقت، ہتھیار اور فوج کے نہ ہونے کے غیب سے مدد کی، اور انسانی تاریخ خود یہ بتلاتی ہے کہ ہمیشہ اللہ نے مظلوموں کی مدد کر کے ظالموں کو ایک وقت کے بعد تباہ و برباد اور تاراج کر دیا ہے، اس لئے ایمان والے بے سروسامانی اور مجبوری میں بھی ناامید نہ ہوں، اللہ سے اچھی امید رکھیں

اور اللہ ہی کو پکاریں، اگر مدد نہ بھی ملے تو وہ مرنے کے بعد بہر حال کامیاب ہو جائیں گے، اور انہیں شہادت کا مرتبہ ملے گا۔

مسلمانوں کی کثیر تعداد اللہ تعالیٰ سے کم مخلوق سے زیادہ رجوع ہونے کی عادی بن گئی ہے

مگر افسوس موجودہ زمانے میں مسلمانوں میں ایمان کے صحیح نہ ہونے یا کمزور ہونے کی وجہ سے مصیبتوں، پریشانیوں، بیماریوں اور فسادات میں اللہ سے رجوع ہو کر مدد مانگنے کے بجائے ولیوں، پیروں، درگاہوں، منسٹروں، افسروں، حکومتوں، لیڈروں کے پیر ہاتھ پڑتے اور ان سے التجائیں کرتے ہیں، اللہ کو چھوڑ کر انسانی طاقتوں پر بھروسہ کرتے اور حکومتوں کی طاقت، فوج اور ہتھیاروں سے ڈرتے اور اکثر بڑی بڑی حکومتوں کے غلام بن کر منافقانہ حرکتیں کر کے ان کے بندے بنے رہتے ہیں، ہر حالت میں موت وحیات کی امید اللہ سے نہیں رکھتے، تہجد میں اٹھ کر یا مسجدوں میں اللہ سے رجوع ہو کر، گناہوں سے توبہ کر کے اللہ سے دعائیں مانگنے کے بجائے صرف احتجاج، جلوس، نعرے اور جلسے کرتے رہتے ہیں، اس طرح کے مسلمانوں کی حالت غیر مسلموں سے زیادہ گری ہوئی ہے۔

رسول اللہ ﷺ ایک غزوے میں کسی درخت سے تلوار لٹکا کر اس کے نیچے آرام فرما رہے تھے، دشمن کا ایک آدمی اس طرف نکل آیا، دیکھا کہ آپ سو رہے ہیں، اور تلوار درخت پر لٹکی ہوئی ہے، فوراً اس نے تلوار پر قبضہ کر لیا اور رسول اللہ ﷺ کو بیدار کر کے پوچھا: اے محمد! بتلاؤ اب تم کو کون بچا سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے اس حالت میں بھی پورے اطمینان وسکون کے ساتھ جواب دیا کہ ''اللہ''۔ کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اگر میری موت اللہ نے تیرے ذریعہ لکھی ہے تو تو کامیاب ہو سکتا ہے، اور اگر

اللہ نے نہیں لکھی تو تو مجھے کبھی نہیں مار سکتا۔ وہ جیسے ہی سنا ''اللہ'' تو اس کے جسم میں تھرتھراہٹ پیدا ہوگئی، ہاتھ پیر کانپنے لگے اور تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی، رسول اللہ ﷺ نے تلوار اپنے ہاتھ میں لے کر اس سے پوچھا: بتا اب تجھے کیسے امان مل سکتا ہے؟ اس نے کہا: آپ چاہیں تو مجھے چھوڑ سکتے ہیں یا مار سکتے ہیں۔ پھر اس سے کچھ وعدہ لے کر چھوڑ دیا۔

صحابہ پر جب موت اور قتل کا موقع آتا تو وہ چیختے چلاتے نہیں تھے اور نہ دشمنوں سے عاجزی کرتے تھے، اطمینان سے اللہ سے دعا کرتے تھے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے تو قتل سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت مانگی، اس لئے ایمان والے ہر حال میں اللہ پر بھروسہ رکھیں، اور یہ عقیدہ رکھیں کہ سوائے اللہ کے کوئی ان کو نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع دے سکتا ہے۔ اللہ کی مرضی اور مشیت کے بغیر موت نہیں آسکتی، ہاں! اگر اللہ اپنی مرضی سے کسی کو شہادت دینا چاہے تو موت آسکتی ہے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دشمنوں کے مجمع میں گھس جاتے، مگر ان کو شہادت نہیں ملی۔

اللہ تعالیٰ کی مرضی ومشیت کے بغیر انسان اپنے ارادوں کو پورا نہیں کرسکتا

جب اللہ کی مدد و نصرت کسی پر سے ہٹ جاتی ہے یا اللہ کسی کو کوئی آزمائش میں ڈالے تب ہی کوئی کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہے، انسان کو اپنی طاقت وقوت، فوج، ہتھیار، دولت اور انسانوں کی کثرت سے کامیابی نہیں مل سکتی، ابرہہ نے اپنی فوج اور اپنی طاقت پر بھروسہ کرکے یہ سمجھا تھا کہ وہ کعبۃ اللہ کو ڈھا دے گا، اور اسے زمین سے مٹا دے گا، اس لئے کہ اس سے مقابلہ کرنے والا کوئی نہیں تھا، اسے روکنے والا اور شکست دینے والا کوئی نہیں ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے اسے تباہ و برباد کردیا۔ اس نے کعبۃ اللہ کو ڈھانے کے لئے ہاتھی جیسے طاقتور اور لحیم وشحیم بڑے جانور کو ساتھ لایا تو اللہ تعالیٰ نے معمولی چھوٹی چھوٹی کمزور چڑیوں سے اس کا اور اس کی فوج کا حشر ہی برا کردیا۔

اس واقعہ سے صاف صاف یہ سبق ملتا ہے کہ انسان جب کوئی ارادہ اور پروگرام بناتا ہے، اچھا یا برا، اگر اللہ کی مرضی نہ ہو تو وہ باوجود طاقت وقوت اور صلاحیت یعنی اسباب رکھتے ہوئے بھی کامیاب نہیں ہوسکتا، جس طرح ابرہہ کو اپنے پروگرام اور ارادہ میں کامیابی نہیں ہوئی۔

قرآن وحدیث میں رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے تذکرہ میں بھی یہ تعلیم دی گئی کہ مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کا پروگرام بنالیا اور رات بھر آپ کے گھر کا محاصرہ بھی کیا تھا، مگر وہ کامیاب نہ ہوسکے۔

فرعون نے بڑا لشکر لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کا پیچھا کیا اور ان کی قوم کو ختم کرنا چاہا تھا، مگر کامیاب نہ ہوسکا، خود ہی ڈوب گیا۔

یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مارنا چاہا، مگر کامیاب نہ ہوسکے۔

نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلانا چاہا، مگر جلا نہ سکا۔

چنانچہ اس سورہ سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ انسان اپنے ارادوں میں بے بس، مجبور اور محتاج ہے، اللہ کی مرضی اور رضا کے بغیر وہ کچھ بھی نہیں کرسکتا، اگر وہ کسی پر ظلم کرنا چاہتا ہے تو اللہ کی رحمت کے فرشتے سامنے والے آدمی کے پاس سے ہٹ جائیں، یا اس کا اللہ کو امتحان لینا مقصود ہو تب ہی وہ اپنے اسکیم میں کامیاب ہوسکتا ہے، ورنہ اسے کامیابی نہیں مل سکتی، انسان ایک چوہے اور چیونٹی کو بھی اللہ کی مرضی کے بغیر نہیں مارسکتا ہے۔

اس سورہ میں مشرکین مکہ کو عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی تعلیم دی گئی

سورہ فیل کے واقعہ کو یاد دلاکر اللہ تعالیٰ خاص طور پر یہ تعلیم دے رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس بات کی دعوت دے رہے ہیں، اسے سمجھو کہ وہ کیا دعوت دے رہے ہیں؟

اگر تم لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت ایمان کو دبانے یا روکنے کی کوشش کی اور ظلم وزیادتی سے کام لیا تو جس کعبہ کے مالک نے اصحاب فیل کو معمولی پرندوں کو بھیج کر تہس نہس اور تباہ کر ڈالا، اسی خدا کے غضب میں وہ بھی عذاب کا شکار ہو کر تباہ و برباد کر دیئے جائیں گے، اس لئے محمد ﷺ کی مخالفت اور آپ کے صحابہ پر ظلم و زیادتی چھوڑ دو اور سیدھے طریقے سے ان کا ساتھ دو، اپنی ہٹ دھرمی، شرارتوں اور مخالفت سے باز آجاؤ، کیا تم نے اللہ کی طاقت وقوت اور اس کی سزا اور عذاب کو نہیں دیکھا کہ اس نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا، ان پر معمولی پرندوں کو بھیج کر انہیں کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا، تم اللہ کی قوت اور قدرت سے اچھی طرح واقف بھی ہو گئے ہو کہ اللہ کے مقابلے انسانوں اور جنوں کی فوج، ہتھیار، تعداد کچھ بھی حیثیت و اہمیت نہیں رکھتیں، خدا کی طاقت اور قدرت کے سامنے کسی کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی کسی بھی مخلوق سے جو چاہے جیسا چاہے کام لے سکتا ہے

اس سورہ میں یہ تعلیم بھی ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر ہر طرح سے قدرت رکھتا ہے، وہ اسباب کا بھی محتاج نہیں، مکہ مکرمہ ایک ایسا شہر ہے جو تقریباً چاروں طرف سے پہاڑی سلسلوں سے گھرا ہوا ہے، جس کو وادی غیر ذی زرع کہا گیا ہے، جہاں نہ جنگل آباد ہیں، نہ سبزہ اور نہ درخت اور نہ پانی، ہر طرف ریگستان ہی ریگستان۔ پرندوں کا وجود تو کیا ایک پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا۔ جدہ جو سمندری ساحل ہے، وہاں سے ۸۵ کلومیٹر پر ہے، ایسے بے آب و گیاہ علاقے میں پرندے کہاں سے آ گئے؟ وہ بھی ایسے پرندے جنہیں کسی نے دوسرے شہروں میں کبھی دیکھا ہی نہیں تھا، اس واقعہ کے بعد اس طرح کے پرندے پھر کبھی ساری دنیا میں نظر نہیں آئے۔ پھر یہ بھی غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ پرندوں کو ہوا میں اڑنے اور درختوں پر بسیرا کرنے یا سمندروں کے قریب رہنے کے قابل بنایا۔ ان کو مٹی کی کنکریاں اپنی چونچ

اور پنجوں میں لینے کی ہدایت کس نے دی اور پھر ابرہہ کی فوج پر خاص طور سے برسانے کی ہدایت کس نے دی؟ آخر ان پرندوں نے غلطی سے بھی عبدالمطلب کے لوگوں یا مکہ کے کسی دوسری بستی پر کیوں نہیں برسایا؟ پھر مٹی کی ان کنکریوں میں اتنی طاقت اور زہریلا اثر کیسے آ گیا کہ جسم خارش کا شکار ہو کر گوشت گرنے لگا؟ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کھلا مظاہرہ تھا، اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دیا کہ وہ بغیر سمندر، بغیر باغات کے خاص قسم کی چڑیوں کو اپنی فوج بنا کر بھیج سکتا ہے، اور معمولی مٹی کی کنکریوں میں انسانی بندوق کی گولی سے ہزار گنا زیادہ اثر پیدا کر سکتا ہے، اور پرندوں سے ان کی فطرت کے خلاف کام لے سکتا ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے، جس سے جو کام چاہے لے لے۔ اس نے حضرت نوح علیہ السلام کے وقت بغیر موسم کے آسمان سے پانی کے دہانے کھول دیئے اور زمین سے سمندروں سے زیادہ پانی نکال دیا، مچھلی کے پیٹ میں حضرت یونس علیہ السلام کو خلاف فطرت زندہ رکھا اور ہضم ہونے نہیں دیا۔ فرعون پر ٹڈی، مینڈک اور خون کا عذاب نازل کیا، اس نے قرآن وحدیث کے ذریعہ یہ تعلیم دی کہ وہ بغیر اسباب کے بھی سب کچھ کر سکتا ہے۔ بی بی مریمؑ کو بغیر موسم اور بغیر اسباب کے پھل دیا، اس لئے انسانوں کو اسباب پر نہیں اللہ پر مکمل بھروسہ واعتماد رکھنا چاہیے، وہی ہر مصیبت کو دور کرنے اور خطرات سے حفاظت کرنے والا اور عافیت دینے والا ہے۔

گناہ، سرکشی اور ظلم کی سزا دنیا میں بھی ملتی ہے

مشرکین مکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو تکالیف دے کر یہ کہتے کہ اگر یہ سچے رسول ہیں تو ان کے ساتھ تو فرشتے مدد کے لئے ہونے چاہیے تھے کہ ہم جب ان کو اور ان کے ماننے والوں پر ظلم کرتے ہیں تو فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کا کوڑا ہم پر برسنا چاہیے۔

اس سورہ سے اللہ تعالیٰ یہ سبق دے رہا ہے کہ وہ انسانوں کو ان کے نیک کاموں پر انعام، جزاء اور برے کاموں پر سزا وعذاب آخرت میں تو ضرور دے گا، مگر بعض کاموں کا انعام اور بعض کاموں پر عذاب دنیا میں بھی دیتا ہے، چنانچہ نیک لوگوں کو نیکیوں کا پھل ان کی زندگی میں برکت، رحمت، مدد، کامیابی اور سکون کی شکل میں دیتا رہتا ہے، نیکیوں کا فائدہ ان کی اولاد کو بھی دیتا ہے، اسی طرح برائی اور گناہ کا وبال اور نقصان دنیا میں نحوست، ناکامی، ذلت، بے عزتی، بے سکونی، بے برکتی، ظلم، ظالم انسانوں کو مسلط کر کے، نااتفاقی، نئی نئی بیماریوں میں مبتلا کر کے، قحط، زلزلوں، طوفان، دشمنوں سے پٹائی کروا کر جیسی شکلوں میں بھی دیتا رہتا ہے، ہر زمانے میں جو قومیں ظلم وزیادتی اور زمین پر فساد مچائیں، یا بداعمالیوں کا شکار ہوئیں، وہ کبھی روحانی سکون اور پاکیزہ زندگی نہیں گزار سکیں، ہمیشہ اخلاق رذیلہ کا شکار رہیں۔ سکون واطمینان سے محروم رہیں، ہمیشہ ان پر کسی نہ کسی صورت میں عذابوں کا سلسلہ رہا۔

اس سورہ میں بھی مشرکین مکہ کو ابرہہ کے واقعہ سے برائی اور نافرمانی کے انجام کو سمجھایا جا رہا ہے اور احساس دلایا جا رہا ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کو ستانے اور ان کا انکار کرنے سے عذاب اور سزا نہیں مل رہی ہے تو قریب ہی اللہ نے اپنے گھر کی بے حرمتی کرنے والے کو دنیا میں سزا اور عذاب دیا ہے، پھر اس واقعہ کو یاد رکھنے کے باوجود تم نڈر اور بے خوف کیوں بن رہے ہو؟ اور کیوں یہ سمجھ رہے ہو کہ عذاب کیوں نہیں آرہا ہے؟ ابرہہ کی برائی پر اس نے ابرہہ کو تمہارے سامنے ہی تو سزا دی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کے لئے انسانوں کا محتاج نہیں

قرآن مجید کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک دین اسلام کی حفاظت کا وعدہ فرمایا، اس کے لئے وہ انسانوں کا محتاج نہیں، ابرہہ کا کعبہ پر حملہ کرتے وقت جس طرح

اس نے مشرکین کے جنگ کیے بغیر کعبہ کی حفاظت فرمائی، اسی طرح وہ قیامت تک اپنے دین اسلام کی حفاظت کے لئے نہ مسلمانوں کا محتاج ہے اور نہ غیر مسلموں کا، اس کے باوجود کہ مشرکین مکہ شرک کرتے تھے، ۳۶۰ بتوں کو کعبۃ اللہ میں بیٹھا رکھا تھا، کوئی موحد نہیں تھا، اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی حفاظت مشرکین مکہ سے نہ لی، بلکہ بغیر جنگ اور لڑائی کے کعبۃ اللہ کی حفاظت فرمائی، اللہ بے نیاز ہے، اس کو کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔

قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کو خاص وارننگ

جس طرح کعبۃ اللہ میں ہر سال انسانوں کا جمع ہونا اور کعبۃ اللہ کی عظمت واحترام اور اس گھر سے محبت کرنے سے ابرہہ کو تعصب اور حسد پیدا ہوا اور وہ اس گھر کی مرکزیت کو ختم کرنے اور اس گھر کو زمین سے مٹانے کی ناپاک کوشش میں ناکام رہا، اسی طرح اس سورہ کو قرآن مجید میں قیامت تک رکھ کر آئندہ آنے والے تمام انسانوں کو عموماً اس بات کی وارننگ دی جا رہی ہے کہ اگر کسی زمانے میں دنیا کے کسی ملک میں کوئی قوم اور لوگ مسلمانوں کو ہر سال کعبۃ اللہ میں جمع ہو کر اتحاد و محبت اور یکسانیت کا مظاہرہ حج وعمرہ کے ذریعہ کرنے پر کعبۃ اللہ سے تعلق رکھنے پر اسلام سے بغض وعداوت پیدا کریں گے، یا وہ اپنے اپنے علاقوں میں اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کی کوئی مجرمانہ سازش تیار کریں گے اور اسلامی تعلیمات کو عام کرنے سے روکیں گے، تو وہ ابرہہ کی طرح ناکام ونامراد رہیں گے، اور اللہ کے عذاب کا کوڑا ان پر کسی بھی صورت میں برس سکتا ہے، چنانچہ ہر زمانے میں اسلام کے دشمنوں نے سازشیں کیں، مگر وہ اسلام کو مٹا نہ سکے، بلکہ خود ہی مٹ گئے، جس طرح ابرہہ مٹ گیا، جس طرح کعبۃ اللہ محفوظ رہا، اسی طرح دنیا کے کسی نہ کسی حصے میں کم یا زیادہ اسلام کی تعلیمات کا نور اور مسلمان باقی رہیں گے، اور اللہ کو دین اسلام کی حفاظت کے لئے نہ مسلمانوں کی

محتاجی ہے، اور نہ کسی طاقت کی، اس نے اکیلا جس طرح کعبۃ اللہ کی حفاظت کی، اسی طرح دین اسلام کی اکیلا ہی حفاظت کرے گا، ہر زمانے میں مٹانے والے خود مٹ گئے، مگر اسلام مٹ نہ سکا، چنانچہ موجودہ زمانے میں بھی قرآن مجید کے مقابل ''الفرقان'' نامی کتاب لکھ کر اور مسلمانوں کی پہچان ختم کرنے، ان کو اسلامی کلچر سے دور کرنے کے لئے، تعصب اور حسد میں آکر مختلف ممالک اور جماعتیں مختلف قوانین، مشکلات اور رکاوٹیں پیدا کر رہی ہیں، مگر وہ لوگ اسلام کا بال برابر نقصان نہیں کر سکے، الٹا تیزی کے ساتھ اسلام کے مخالف لوگ خود اسلام کی آغوش میں آرہے ہیں اور اسلام مغربی ممالک میں مسلمانوں کی محنت کے بغیر ہی پھیل رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کسی بھی مظلوم کی دعا سنتا ہے

اس سورہ سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ مکہ کے مشرک باوجود مشرک ہونے کے جب انہوں نے ہر طرف خاص طور پر بتوں سے منہ موڑ کر خالص اللہ کو پکارا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی پکار پر اکیلا ان کی مدد کے لئے پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیجے، اسی طرح ایمان والوں کو چاہیے کہ وہ زندگی کے ہر موڑ پر شرک سے توبہ کر کے اللہ ہی سے دعا اور مدد مانگتے رہیں، جھنڈے، الموں اور درگاہوں کی طرف رخ نہ کریں۔ حضرت عکرمہ بن ابوجہل نے جب مسلمانوں کے لشکر سے بچ کر جدہ کا رخ کیا اور سمندر کے سفر میں کشتی میں سوار ہو کر بھنور میں پھنس گئے تو ملاح نے کہا کہ اب صرف ہم سب کو اللہ ہی بچا سکتا ہے، تب اللہ نے انہیں یہ ہدایت دی کہ جو خدا مصیبت کے وقت مدد کرتا ہے، وہی راحت میں بھی مدد کرتا ہے، حضرت محمد ﷺ تو اسی کی دعوت دے رہے ہیں، اور میں بیوقوفی کر کے بھاگ رہا ہوں، پھر انہوں نے بچ جانے پر ایمان لانے کی منت مانگی، اللہ نے انہیں بچا لیا اور وہ ایمان لے آئے۔

انسان بہت بڑا ناشکرا بھی ہے

اس سورہ سے ہمیں یہ بھی سبق ملتا ہے کہ انسان پر جب مصیبت آتی ہے تو وہ ہر طرف سے منہ موڑ کر خالص اللہ کو پکارتا ہے، اور مصیبت دور ہو جانے کے بعد مخلوق کا شکر ادا کرتا ہے، مشرکین مکہ نے اس واقعہ کے بعد ایک روایت کے مطابق دس سال تک اور ایک روایت میں ہے کہ سات سال تک شرک کو بالکل بھول گئے تھے، اور خالص اللہ کی عبادت کا دھیان رکھتے ہوئے اللہ ہی سے مدد مانگتے تھے، مگر آہستہ آہستہ پھر بتوں کی پرستش شروع کردی۔ حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اسی وقت سارے بتوں کو کعبۃ اللہ سے نکال دیتے۔ ہر زمانے میں انسانوں نے اللہ کے ساتھ یہی طریقہ رکھا کہ انسان جب اپنی ضروریات میں ہر طرف سے مایوس ہو جاتا ہے تو سب طرف سے منہ موڑ کر خالص اللہ کو پکارتا اور مدد مانگتا ہے۔ سارے غیر مسلموں کا یہی حال ہے، مگر جب مصیبت دور ہو جاتی یا خوب نعمتیں ملتی ہیں تو خدا کا شکر گزار بننے کے بجائے شرک کرتا ہے۔ یہ عمل اکثر مسلمانوں کا بھی ہے، جب ان کو نوکری، تجارت اور صحت وتندرستی کی ضرورت ہوتی ہے تو پہلے اللہ سے رجوع ہونے کے بجائے مخلوقات سے رجوع ہو کر آخر میں اللہ سے رجوع ہوتے ہیں، حالانکہ سب سے پہلے اور آخر میں بھی صرف اللہ ہی سے رجوع ہونا چاہیے، توحید کو نہیں بھولنا چاہیے، مگر مشرکین مکہ اس واقعہ کے چند سالوں بعد توحید سے منہ موڑ کر پھر شرک میں گرفتار ہو گئے، ہر انسان کو یہ بات اچھی طرح یاد رکھنی چاہیے کہ جو ذات مصیبت میں ساتھ دیتی ہے وہی راحت میں بھی مددگار رہوتی ہے۔ مصیبت میں اور راحت میں مدد کرنے والے الگ الگ نہیں ہیں۔

بے سروسامانی کی حالت میں مسلمان اللہ سے ناامید نہ ہوں

دنیا میں اکثر غیر مسلم علاقوں میں فسادات اور شر پیدا کر کے مسلمانوں کی

جان و مال کو لوٹا جاتا ہے، یا بڑی بڑی طاقتیں مسلمانوں کے ممالک پر اپنی طاقت، فوج یا نئے نئے ہتھیار بنا کر ان کو غلام بنائے رکھنا چاہتی ہیں، یا بعض علاقوں میں ان کا قتل عام بھی کرتی ہیں، مسلمانوں کو باہر سے کوئی مدد بھی نہیں ملتی، ایسی تمام حالتوں میں مسلمان اللہ سے ناامید نہ ہوں اور یکطرفہ صبر اختیار کرتے ہوئے ظلم کو برداشت کرلیں، صبر اور نماز کے ذریعہ اللہ سے مدد حاصل کریں، طاقت کے نہ ہونے پر ہر قسم کے ظلم کو یکطرفہ طور پر برداشت کرنا بھی اللہ کی بندگی و اطاعت کا صحیح طریقہ ہے، زبردستی موت کے حوالے ہو کر خودکشی کرلینا اسلام کی تعلیمات نہیں، اس سورہ کی تفصیل سے جو بات معلوم ہوئی وہ یہ کہ مشرکین مکہ ابرہہ کی فوج اور طاقت کے سامنے بے بس، لاچار، کمزور اور بے سروسامان تھے، انہوں نے طاقت کا پورا پورا اندازہ لگا کر یکطرفہ صبر اختیار کرتے ہوئے لڑائی نہیں چھیڑی، اور نہ خود کو مرنے کے لئے تیار کیا، یکطرفہ طور پر صبر اختیار کر کے خاموش رہے، اپنے بچاؤ کی خاطر نقل مقام کیا۔

بعض مسلمان عقل استعمال نہ کر کے جذبات میں آ کر خود مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے ہیں، بعض ملکوں میں مسلمان اقلیت میں ہو کر حالات کا جائزہ لئے بغیر بے سروسامان ہونے کے باوجود قوت برداشت ہی نہیں رکھتے اور باقاعدہ حکومت، فوج، پولیس جو ہتھیاروں سے لیس ہوتی ہے اس کے مقابل سبل، کلہاڑی، چاقو، لکڑی اور بندوق لے کر نعرے مارتے ہوئے لڑائی چھیڑ دیتے اور پورے مسلمانوں پر مصیبت لا دیتے ہیں، خود ہی غیر مسلموں کو مسلمانوں پر دست درازی کا موقع دیتے ہیں، بعض مقامات پر لوگ دشمن کے ٹینک کے سامنے بندوقیں ہاتھ میں لے کر نعرہ تکبیر مارتے ہوئے شہید ہونے کی نیت سے سو گئے، خود موت کے حوالے ہو کر بیوی بچوں کو مصیبت میں مبتلا کر دیا؛ حالانکہ اقلیتی علاقوں میں قانونی چارہ جوئی کی کوشش کرنی چاہیے اور ظلم کے خلاف اللہ سے رجوع ہو کر تہجد اور دوسری نمازوں میں خوب

مدد مانگتے ہوئے صبر کرنا چاہیے۔ مسلمانوں کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی مکی زندگی اور مدنی زندگی کی مثال رہبری کے لیے محفوظ ہے، صحابہ نے مکی زندگی میں طاقت وقوت نہ ہونے اور دشمنوں کے پاس پھنسے رہنے سے یکطرفہ صبر اختیار کیا اور بہت زیادہ تکالیف، مصیبتیں اور سزائیں برداشت کیں، زبردستی جوش میں آکر جنگ کا ماحول پیدا نہیں کیا اور نہ نعرے لگائے اور نہ جلوس نکالا اور نہ احتجاج کیا اور نہ کسی پر ہتھیار اٹھایا، جان و مال لوٹنے پر یکطرفہ صبر کا راستہ اختیار کیا، دنیا میں ایمان والوں کو یا تو مکی زندگی یا مدنی زندگی کا سابقہ پڑسکتا ہے، اس لئے اگر مکی زندگی کا سابقہ پڑے تو وہ رسول اللہ اور صحابہ کی نقل میں یکطرفہ صبر اختیار کریں نہ کہ اپنے آپ کو موت کے حوالے کردیں اور اللہ سے ناامید نہ ہوں، یہی اپنے آقا کی اتباع کا طریقہ ہے، مگر مسلمان عقل کا استعمال نہ کرکے بعض غیر مسلموں کے اکثریتی علاقوں میں ان کی زیادتیوں اور ظلم پر لڑائی اور جنگ چھیڑ دیتے ہیں اور پھر خود ہی نقصان اٹھاتے ہیں، یکطرفہ صبر کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور غیر محفوظ علاقوں میں مسلمانوں کی بقا کا ضامن ہے۔ سورہ فیل میں یہ سبق بھی ملتا ہے کہ عبدالمطلب نے ابرہہ کے مقابلے یکطرفہ صبر اختیار کرنے کی تلقین اپنی قوم کو کی۔

اللہ تعالیٰ کی مدد اور حفاظت کی شرط

رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی پیغمبر آنے والا نہیں، چنانچہ اللہ نے مسلمانوں پر رسول اللہ کی تعلیمات کو دوسروں تک پہنچانے اور پیغمبر کی جگہ دعوت کا کام کرنے کی ذمہ داری مسلمانوں پر رکھی ہے، ایسی صورت میں اگر مسلمان دعوت دین دیں گے اور دوسری قوموں تک اسلام و ایمان کی دعوت قول فعل سے پہنچائیں گے اور خود قرآن مجید کی چلتی پھرتی مثال بنے رہیں گے تو جس طرح اللہ

تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کی تھی اسی طرح مسلمانوں کی حفاظت کرے گا اور مسلمانوں کو غیروں سے محفوظ رکھے گا۔

اور اگر مسلمان دعوت دین نہ دے کر خود اسلامی کلچر چھوڑ کر یہود و نصاریٰ کے کلچر پر زندگی گزاریں گے اور قرآن مجید اپنے پاس رکھ کر دوسروں تک یہ امانت نہیں پہنچائیں گے اور اسلام میں پورے پورے داخل نہیں ہوں گے تو اللہ کے عذاب میں مبتلا کر دیئے جائیں گے، ان کی عقلوں میں فہم باقی نہیں رہے گی، اور وہ اختلافات کے شکار ہو جائیں گے، ان کو یہ بات اچھی طرح سمجھنا چاہیے کہ آخر اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان کو غیر مسلموں کے ساتھ ملا کر کس مقصد کے لئے رکھا ہے؟ ان کی ذمہ داری کیا ہے؟ ان کی جان و مال جنت کے عوض کیوں خرید لیا ہے؟ اب دنیا کی سدھار کون کرے گا؟ اگر وہ اپنی ڈیوٹی انجام دیں تو جس طرح غیب سے کعبۃ اللہ کی حفاظت کی گئی ان کی بھی اللہ حفاظت فرمائے گا، ان کو لڑنے اور مارنے کے لئے نہیں رکھا گیا، بلکہ دوسروں کو ظلم سے روکنے اور انہیں سمجھانے کے لئے رکھا گیا ہے۔

''سورۂ قریش'' سے ملنے والے سبق

سورة قريش

لِإِيْلَافِ قُرَيْشٍ O إِيْلَافِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ O فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ
هٰذَا الْبَيْتِ O الَّذِیْ أَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَآمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ O

لفظ	معنی	لفظ	معنی
لِ	لئے، چونکہ	إِيْلَافِ	خوگر ہونا
قُرَيْشٍ	قریش، ایک قبیلہ کا نام	إِيْلَافِهِمْ	ان کا خوگر ہونا
رِحْلَةَ	سفر	اَلشِّتَاءِ	سردی، جاڑا
وَ	اور	اَلصَّيْفِ	گرمی
فَلْيَعْبُدُوا	تو ان لوگوں کو عبادت کرنا چاہئے	رَبَّ	رب
هٰذَا	یہ	الْبَيْتِ	گھر (خانہ کعبہ)
الَّذِیْ	جو، جس نے	أَطْعَمَهُمْ	ان کو کھلایا/کھانا دیا
مِّنْ	سے	جُوْعٍ	بھوک
وَآمَنَهُمْ	اور ان کو امن دیا	مِنْ خَوْفٍ	خوف سے

''چونکہ (اللہ نے) قریش کو سفر سے مانوس کیا، ان کو سردی اور گرمی میں بڑی سہولت دی (اس نعمت کے شکریہ میں) ان پر لازم ہے کہ (خانہ کعبہ) کے رب کی عبادت کریں جس نے ان کو بھوک میں کھلایا اور خوف سے بچا کر امن دیا''۔

سورہ قریش سے ملنے والی نصیحتیں

یہ سورہ بھی مکی سورہ ہے، اس سورہ کا نام پہلی آیت کے لفظ قریش پر رکھا گیا، اس سورہ کا مضمون سمجھنے کے لئے سورہ فیل کے مضمون کو ذہن میں رکھنا ہوگا اور اس کے ساتھ عرب کے تاریخی یعنی معاشرتی حالات کو بھی جاننا ضروری ہے، قریب قریب سورہ فیل اور سورہ قریش ایک ہی عنوان کے دو الگ الگ انداز کے خطاب ہیں، ایک میں اللہ کی قوت، طاقت اور عذاب سے ڈرایا گیا اور دوسری میں اللہ کے احسان اور انعام کو یاد دلایا گیا، دونوں میں قریش کے لئے تنبیہ ہے۔

سورہ فیل میں قریش کا رسول اللہ ﷺ کی دعوت ایمان کے انکار پر اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو ستائے جانے پر ابرہہ کے واقعہ سے وارننگ اور خوف دلایا گیا، سورہ قریش میں تمام عرب کے قبائل کے مقابلے قریش کو اللہ نے نعمتیں، اطمینان وسکون اور عزت عطا کی تھی، اس کا احساس نرمی اور محبت کے ساتھ دلایا جا رہا ہے۔

عام انسانی فطرت

عام طور پر انسانی فطرت اللہ نے یہ بنائی ہے کہ جب ان کو سزا اور پکڑ کا احساس دلایا جائے، یعنی خوف کا اور جب ان کو اپنے محسن کے احسانات یاد دلائے جائیں تو وہ خوف اور شکر کے جذبات کے ساتھ اپنے محسن کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہیں، محسن سے بغاوت اور نافرمانی کرنے سے ڈرتے ہیں اور احسانات وانعامات کے چھن جانے کا احساس پیدا کرتے ہیں، اللہ بڑے نرم اور پیار سے قبیلۂ قریش کو سورۂ قریش میں اپنے انعامات اور نعمتوں کا احساس دلا رہا ہے؛ تاکہ وہ رسول اللہ کی دعوت کو قبول کر کے اللہ کو ایک اور اکیلا مان لیں اور صرف اللہ ہی کی عبادت وبندگی کریں۔

قبیلۂ قریش کا مختصر تعارف

اسماعیل علیہ السلام کے بعد قریش کے لوگ پورے عرب میں پھیلے ہوئے تھے، ان کی حیثیت بھی پہلے عام قبیلوں کی طرح تھی، دوسروں کی طرح ان کی معاشی حالت بھی کمزور تھی، بھوک کی حالت میں بے سکون زندگی گزارتے تھے، سب سے پہلے قریش کا سردار قصی بن کلاب نے تمام منتشر قریش کے لوگوں کو مکہ مکرمہ میں جمع کیا اور کعبۃ اللہ کے قریب مکانات بنا کر آباد کیا، یہ لوگ بیت اللہ کے قریب رہ کر بیت اللہ کی خدمت کرتے اور وہاں کے سارے انتظامات خود کرتے، اس سے تمام عرب سے آنے والے حاجیوں کی خدمت کا زبردست موقع ان کو ملتا تھا، یہ بیت اللہ کے متولی اور خادم بن گئے، اس لئے کہ یہ اسماعیل علیہ السلام ہی کی نسل سے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام واسماعیل علیہ السلام سے نسبت پر بیت اللہ کی تولیت کے حقدار بن گئے، حاجیوں کو پانی پلانے، ٹھہرانے، غذاؤں کا انتظام کرنے، سب کچھ انہوں نے اپنے ذمہ لے لیا تھا اور اپنے قبیلے کے لوگوں میں حاجیوں کی مختلف خدمات تقسیم کر لیے تھے، اس زمانے میں پانی، غذا، اور ٹھہرانے کا انتظام سردی گرمی سے بچانے، سیلاب کی صورت میں کعبۃ اللہ کی صفائی کا انتظام سخت ضروری تھا اور یہ سب صرف قبیلۂ قریش ہی انجام دیتا تھا، جس کی وجہ سے عرب کے تمام قبائل اور تمام علاقوں میں قریش کا بہت ادب واحترام بڑھ گیا تھا اور لوگ ان کو مذہبی رہنما، کعبہ کے متولی سمجھ کر بہت عزت واحترام کرتے تھے، ان کو یہ مقام ومرتبہ صرف کعبۃ اللہ کی خدمت اور حاجیوں کی خدمت کی وجہ سے حاصل ہوا تھا، ورنہ پہلے وہ بھی عام عربوں کی طرح عرب کے علاقوں میں رہ رہے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ مکہ والے بڑے افلاس اور تکلیف میں تھے، اس لئے کہ یہاں پر نہ زراعت ہوتی نہ باغات تھے، اور نہ ضروریات زندگی

کا کوئی سامان ملتا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبۃ اللہ کی تعمیر کے وقت اس شہر کے بسنے والوں کے لئے دعائیں کی تھیں، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کی بدولت ان کو یہ توفیق دی کہ عرب کے دوسرے علاقوں یعنی دور دراز علاقوں میں سفر کرکے تجارت کی جائے، چنانچہ بنی ہاشم قریش کے سرداروں نے مکہ سے باہر دوسرے علاقوں میں تجارت شروع کی جس کی وجہ سے راستوں کے تمام قبائل ان سے مال خریدتے اور وہاں کا مال مکہ کے بستیوں میں آنے لگا اور ہر قسم کا غلہ، اناج، ترکاری، پھل پھلاری حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں سے مکہ کی منڈیوں میں سال بھر دستیاب رہتا تھا اور آج بھی دنیا بھر کا اناج، غلہ، پھل اور سامان جو دوسرے ملکوں سے آتا ہے اور موسم نہ ہونے کے باوجود مکہ شہر میں دستیاب رہتا ہے، یہ صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کا معجزہ ہے۔

ان لوگوں کو تجارت کے ذریعہ جو فائدہ حاصل ہوتا تھا اس کا کچھ حصہ اپنے خاندان کے غریب لوگوں میں بھی تقسیم کیا کرتے تھے، جس کی وجہ سے تمام قریش کے لوگوں کی مالی حالت بہت اچھی تھی، اور مکہ جزیرۃ العرب کا سب سے بڑا اور اہم تجارتی مرکز بن گیا۔ تمام حاجیوں کو بھی یہاں سے ہر قسم کا سامان آسانی سے مل جاتا تھا۔

اس کے علاوہ اللہ نے تمام عرب کے قبائل کے مقابلے قریش کے لوگوں کو مکہ سے باہر مختلف علاقوں میں بے خوف طریقے سے اور محفوظ طور پر سفر کرنے اور قیام کرنے کا موقع محض کعبۃ اللہ کی تولیت سے عطا فرمایا تھا۔ یہ لوگ سال بھر دوسرے ملکوں کا تجارتی سفر کرکے وہاں قیام کرتے اور ہر جگہ کی تہذیب وتمدن رہن سہن، دانشمندی، سیاسی انتظام، مہمان نوازی، ثقافت وتہذیب سے اچھی طرح واقف ہوگئے تھے، جس کی وجہ سے تمام قبائل میں ان کی تہذیب وتمدن، رہن سہن، اخلاق، سیاسی اور ملکی انتظام، سب کچھ سب سے اعلیٰ اور عمدہ کرنے سے واقف تھے، اہل مکہ کی معاش

کا پورا دارومدار تجارت کے سفر پر قائم ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قریش لوگوں کے سردار ہیں'' (مسند احمد) قریش عقل وفہم میں سب سے زیادہ تھے، اس لئے ان میں حق کو قبول کرنے کی استعداد بہت زیادہ تھی، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام، تابعین، اور تبع تابعین، اولیاء اللہ میں زیادہ تر لوگ قریش میں سے گزرے ہیں (مظہری) قریش کو یہ سب نعمتیں بیت اللہ کی نسبت سے ملی تھیں۔

عام عرب کی تمدنی زندگی

قریش کو چھوڑ کر سارے عربوں کا یہ حال تھا کہ وہ بے اطمینانی کی زندگی گزارتے تھے، ہر قبیلہ یہ محسوس کرتا کہ کب اور کس وقت ان پر کوئی دوسرا بڑا قبیلہ حملہ کردے، اور ان کا مال لوٹ لے اور عورتوں پر قبضہ کرلے، اس لئے وہ نہ سکون کی نیند سوتے اور نہ تجارت آسانی سے کرسکتے تھے، اس لئے کہ عرب کے تمام راستوں پر لوگ ڈاکہ زنی اور لوٹ مار کرتے اور یا تو قافلوں کا مال لوٹ لیتے، یا ان سے دولت وصول کرتے، یا ان کو غلام بنا کر دوسرے ملکوں میں فروخت کردیتے، اس لئے سوائے قریش کے دوسرے قبیلوں کو نہ امن تھا اور نہ روزگار آسانی سے مل سکتا تھا، زیادہ تر خانہ بدوشی کی زندگی گزارتے تھے، پھر اوپر سے ریگستان کی گرمی اور شدت کی سردی، پانی اور غذاؤں کی قلت، مختلف قبائل ذرا ذرا سی بات پر لڑائی جھگڑوں میں گرفتار تھے، غرض کسی قبیلے کے آدمی کو اپنے قبیلے کے حدود سے باہر نکلنا خطرہ کی علامت تھی۔

پورے قبیلوں میں قریش ہی کے لوگ سکون واطمینان کی زندگی گزار رہے تھے

اس پس منظر میں صرف قبیلہ قریش کا یہ حال تھا کہ وہ بیت اللہ کے مجاور اور متولی سمجھے جاتے اور بیت اللہ کی خدمت کی وجہ سے ان کو مقدس مانا جاتا

اور احترام وعزت کی جاتی، ان کے قبیلے کے قافلے تو قافلے ایک آدمی کو بھی نہیں لوٹا جاتا، صرف وہ یہ کہہ دیں کہ ہم قریش میں سے ہیں تو کوئی ہاتھ نہیں لگاتا، پورے قبیلوں میں قریش ہی کے لوگ سکون واطمینان سے تھے، وہ پورے محفوظ اور بے خوفی کے ساتھ سارے جزیرۃ العرب میں اپنی تجارت کا مال اور پیسہ لے کر سفر کرتے، ہر جگہ ان کے تعارف پر احترام وعزت کی جاتی، وہ ہر جگہ اطمینان اور بے خوفی کی نیند سوتے اور کوئی ان کو لوٹتا نہیں تھا، ان کے برعکس دوسرے تمام قبائل سفر کرنے اور باہر نکلنے سے خطرہ محسوس کرتے، اور لوٹ لئے جاتے اور قریش اطمینان سے سفر کرتے رہتے تھے، ان کو اللہ نے یہ بھی توفیق اور سہولت دی تھی کہ وہ سردی کے موسم میں گرم علاقوں کی طرف اور گرمی میں ٹھنڈے علاقوں کی طرف سفر کر کے سال بھر تجارت کرتے رہتے تھے، اور محفوظ طریقے سے اپنے وطن واپس آتے، اس کی وجہ سے ان کی معیشت دوسرے قبائل کے مقابلے بہت اچھی تھی، دوسرے قبائل بھوک، پیاس اور خوف میں مبتلا ہوتے تھے اور خوف کی نیند سوتے تھے، قریش خوشحال زندگی گزارتے اور پیٹ بھر کھا کر سکون کی نیند سوتے تھے، یہ مقام اور سہولت ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نسبت، کعبۃ اللہ کی خدمت اور تولیت سے ملا تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں سے اللہ کی نعمتیں اور امن حاصل ہوا تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے احسانات وانعامات کا احساس دلاتے ہوئے ان کو سب سے آگے بڑھ کر اللہ کے رسول پر ایمان لانے اور اکیلے اللہ ہی کی اطاعت کرنے کی دعوت دی۔

ابرہہ کے خاتمے سے قریش کی عزت میں اضافہ ہوگیا

ابرہہ کے خاتمے اور کعبۃ اللہ کی حفاظت کے بعد پورے جزیرۃ العرب میں

اس واقعہ کا خوب چرچا ہونے لگا اور سارے عربوں کو یہ احساس ہوا کہ قریش کے لوگ روحانیت کے حامل ہیں، اللہ سے قریب ہیں، اللہ نے ان کی دعائیں قبول کیں اور کھلے طور پر پرندوں کو بھیج کر ان کی غیب سے مدد کر کے ابرہہ کے زبردست لشکر کو تباہ کر دیا، اس لئے قریش محترم اور اونچا مقام رکھتے ہیں، اس واقعہ کے بعد سارے عرب میں ان کی مزید عزت واحترام میں اضافہ ہو گیا اور وہ مزید عزت کی نگاہوں سے دیکھے جانے لگے، گویا ان کی چودھراہٹ اور بزرگی اور مقام میں مزید اضافہ ہو گیا، اور وہ پہلے سے زیادہ محفوظ اور امن کے حق دار شمار ہونے لگے۔ یہ صرف کعبۃ اللہ کی نسبت سے ان کو مقام ملا۔

سورہ قریش سے ملنے والے سبق اور نصیحتیں

اس پوری تفصیل کو ذہن میں رکھ کر اب اس سورہ سے ملنے والے سبق اور نصیحتوں کو ذہن نشین کیجئے۔

جب محمد رسول اللہ ﷺ مکہ میں دعوت ایمان دے رہے تھے اور بتوں کی مخالفت کر کے توحید سمجھا رہے تھے اور خالص اللہ واحد کی عبادت و بندگی کی طرف بلا رہے تھے تو اس وقت سب سے پہلے مخاطب خاص طور پر قریش ہی تھے، رسول اللہ ﷺ نے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو طعام کی دعوت دی اور کئی دن تک اہتمام کر کے ایمان کی دعوت دی اور شرک کو سمجھایا، تو تمام قبائل میں سب سے پہلے قریش ہی کے لوگ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت پر کھڑے ہو گئے اور اللہ کو ایک اور اکیلا ماننے اور خالص اسی کی عبادت و بندگی کرنے سے انکار کر دیا۔

اس صورتحال میں اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک طرف سورہ فیل کا واقعہ یاد دلا کر یہ بات سمجھائی کہ تم کعبۃ اللہ سے محبت کرتے ہو، کعبہ کی عزت واکرام کرتے ہو، اسے

بچانے کے لئے بتوں کو چھوڑ کر اکیلے خالص اللہ سے مدد مانگے، اسی کی تولیت اور متولی ہونے کی وجہ سے تم نے سارے عرب کے لوگوں میں اونچا مقام اور مرتبہ پایا اور عزت واحترام سے دیکھے جاتے ہو۔ آج جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی کعبہ کے رب کی طرف تم کو بلا رہے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے کی تعلیم دے رہے ہیں جس نے تمہاری محنت کے بغیر اور جنگ کے بغیر کعبہ کی حفاظت کی اور کعبہ کو گرنے سے بچا لیا، اور تم کو اس واقعہ کے بعد مزید عزت واحترام ملنا شروع ہو گیا تو تم کو سب سے پہلے آگے بڑھ کر محمد ﷺ کی دعوت کو فوراً قبول کرنا چاہیے تھا، مگر تم ہی اس گھر سے نسبت رکھتے ہوئے اس کے متولی ہوتے ہوئے رسول اللہ کے مخالف ہو گئے اور مخالفت کر کے کعبۃ اللہ کے رب کی نافرمانی اور بغاوت کر رہے ہو، حالانکہ محمد ﷺ کو کعبہ ہی کے رب نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔

پھر سورہ قریش کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے احسانات اور نعمتوں کو یاد دلا کر اور ان کو امن وچین عطا کرنے کا احساس دلا کر محبت کے ساتھ یہ تعلیم دے رہا ہے کہ سارے عرب کے مقابل اس نے اس گھر کی نسبت رکھنے ہی سے تم کو تجارت میں آسانی، امن وسکون اور عافیت وحفاظت عطا فرمائی اور دوسرے قبیلوں کے مقابل اچھی معیشت دے کر بھوک کو مٹایا اور امن وسکون کے ساتھ بے خوفی عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ گویا ان دونوں سورتوں میں یہ تعلیم دے رہا ہے کہ اگر اللہ ابرہہ کے وقت مدد نہ کرتا اور کعبہ کو ڈھا دیا جاتا اور ابرہہ کی فوج سارے مکہ شہر میں بربادی کر دیتی تو تمام عرب میں قریش کی بے عزتی ہو جاتی، عزت ملیامیٹ ہو جاتی، ان کی عزت، شان، چودھراہٹ، بزرگی سب کچھ ختم ہو جاتی، وہ بھی دوسرے قبیلوں کی طرح محفوظ نہ رہتے، اگر ابرہہ کا تجارتی راستوں پر قبضہ ہو جاتا تو تمہارے لئے تجارت کے راستے بند ہو جاتے، تمہاری معیشت کمزور پڑ جاتی، اور تم بھی دوسرے قبیلوں کی طرح بھوک

پیاس کے ساتھ بے سکون ہو جاتے اور امن کی نیند نہیں سو سکتے تھے، اور عام عربوں کی طرح تمہارا بھی حال ہو جاتا۔

ذرا غور کرو کعبۃ اللہ کی تولیت اور نسبت اور متولی ہونے کے باوجود اس کی حفاظت تم خود نہیں کر سکتے تھے، اکیلے اللہ نے اس کی حفاظت کی تو تم کو کتنا فائدہ اور نعمتیں مل رہی ہیں، تمہارے ادب واحترام میں ہماری ہی مدد کی وجہ سے مزید اضافہ ہو گیا، کیا تم کو اس کا احساس نہیں؟ یہ بہت بڑی ناشکری اور بغاوت ہے کہ ایک طرف تم ہمارے ہی گھر کی نسبت سے فائدے اٹھا رہے ہو اور دوسری طرف مجھے ہی اکیلے ماننے پر تیار نہیں اور میری ہی مخالفت کر رہے ہو۔ کیا اس طرح مجھے ماننا ماننا ہے؟

تم نے خود اس گھر میں ۳۶۰ جھوٹے خدا بنا رکھے اور اس کو بتوں کا گھر نہیں کہتے، بلکہ بیت اللہ کہتے ہو، پھر محمد ﷺ بتوں کی مخالفت کر رہے ہیں اور میرے ہی طرف بلا رہے ہیں تو تم مخالفت کیوں کر رہے ہو؟ جبکہ تم خود اس کی حفاظت کے لئے بتوں کو چھوڑ کر اکیلے مجھ ہی سے مدد مانگ چکے ہو اور ایک مدت تک بتوں کو بھول گئے تھے۔

قریش کو سب سے پہلے اللہ کا احسان مند بننا چاہیے تھا اور احسان فراموشی کی روش ترک کرنا چاہیے تھا، اگر وہ خدا کو ایک اور اکیلا مان لیں تو اس کا اثر سارے عرب کے قبیلوں پر پڑے گا، اور وہ بھی شرک سے توبہ کریں گے، اگر انہوں نے محمد ﷺ کی دعوت نہیں مانی تو پھر یاد رکھو کعبہ کا خدا وہی خدا ہے، جس نے تم کو ابرہہ سے بچایا اور اس گھر کی حفاظت کی، وہ تمہاری حالت بھی ابرہہ جیسی کر کے تم کو نیست و نابود کر سکتا ہے، اور تمہیں بھی ذلیل و رسوا کر سکتا ہے، جس طرح ابرہہ کعبہ کو ڈھا نہ سکا اسی طرح محمد ﷺ اور ان کے لائے ہوئے دین کو تم نہ مٹا سکتے اور نہ پھیلنے سے روک سکتے ہو، جس طرح ہم نے کعبہ کی غیب سے مدد کر کے حفاظت کی اسی طرح ہم محمد ﷺ اور ان کی لائی ہوئی تعلیمات کی حفاظت کریں گے، اور تمہاری مدد کے بغیر اس کو

پھیلائیں گے، تمہارا فائدہ اور کامیابی اسی میں ہے کہ تم محمد ﷺ کی بات مان لو اور ان پر ایمان لے آؤ، تب ہی تمہاری نسبت اس گھر سے صحیح ہو جائے گی، ورنہ تم کو ابرہہ کی طرح ذلیل کر دیا جائے گا، اور کعبہ کی تولیت سے بھی محروم کر دیا جائے گا۔

انسان کی یہ فطرت ہے کہ جب اس کو احسان و انعامات یاد دلائے جائیں تو وہ اپنے محسن کا احسان مند ہو جاتا ہے، اور اس کی شکر گزاری کرتا ہے، یہی انداز سورہ قریش میں اللہ نے اختیار کیا ہے۔

قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو ان دونوں سورتوں سے ملنے والی نصیحت

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں سورتوں کو قرآن مجید میں قیامت تک کے لئے رکھ دیا ہے، جبکہ سورہ فیل پندرہ سو سال پہلے کا واقعہ گزر گیا، اب قیامت سے پہلے کوئی اس کو ڈھا نہیں سکتا، اس وقت عرب اور قریش کی حالت بہت اچھی ہے، پٹرول، ڈالر ان کے قدموں کے نیچے سے نکل رہا ہے، چودہ سو سال سے کعبۃ اللہ میں ہر سال پابندی کے ساتھ حج ہو رہا ہے، اور وہاں کسی قسم کا شرک اور اللہ کا انکار نہیں ہے، پھر ان دونوں سورتوں کو قیامت تک رکھ کر ایمان والوں کو کیا نصیحت کی جا رہی ہے؟ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سورہ قریش سے ایمان والوں کو یہ سبق دیا جا رہا ہے کہ ایمان اور اسلام کی برکت رسول اللہ ﷺ کے امتی ہونے اور قرآن مجید کی نسبت سے، اگر اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں خوشحالی، دولت، حکومت و اقتدار اور سکون و راحت اور علمی مہارت عطا فرمائے تو وہ زیادہ سے زیادہ دین اسلام کی پابندی کرتے ہوئے اللہ کی خوب عبدیت و بندگی کریں اور اپنے فرض منصبی کو ادا کرنے کی رات دن کوشش کریں۔

مگر اکثر مسلمانوں کی حالت اس کے برخلاف رہی، جتنا زیادہ ان کو اسلام کی نسبت سے اور رسول اللہ کے امتی کی حیثیت سے اللہ کی مدد اور دنیا میں اقتدار و کرسی

اور عہدے ملے وہ دین کو چھوڑ کر دنیادار بن گئے، اللہ کی نافرمانی اور رسول اللہ کی اتباع سے دور ہوتے چلے گئے، چنانچہ غیر مسلم علاقوں میں فسادات کے ذریعہ مسلمانوں کی تجارتوں کو لوٹا گیا، یا تعصب کی وجہ سے نوکری اور روزگار کے راستے تنگ کردیئے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ایمان کی نسبت اور مسلمانوں کی مدد کی خاطر دوسرے ملکوں میں نوکری اور تجارت کے راستے کھول دیئے، مسلمانوں کی اولاد ڈاکٹر، انجینئر بن کر، یا مغربی ملکوں میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرکے عرب ممالک اور مغربی ممالک پر بڑے عہدوں پر کام کرنے لگی، ایسے مسلمانوں کے پاس جبکہ وہ غریب اور بے روزگار تھے اللہ نے دولت، عزت ڈگریاں اور موٹر گاڑی اور دوسرا سامان راحت دیا تو یہ اپنی دینداری چھوڑ کر اپنی دولت اور اوقات مٹی گارے پر خرچ کرنا شروع کیا اور ماڈرن تہذیب کے نام پر یہود و نصاریٰ کا کلچر اختیار کیا اور دولت کو پانی کی طرح فضول خرچیوں، جاہلانہ رسموں اور شادی بیاہ میں افراط کے ساتھ تعیّشات اور دنیاداری میں خرچ کیا، اور اللہ کے احسان و انعام کی ناشکری کرتے ہوئے پردے سے بے پردہ، نیم عریاں لباس پہن کر یہود و نصاریٰ کے دیوانے بن گئے، دین ان کو دقیانوسی لگنے لگا، قرآن و سنت کے ہر ہر حکم کے خلاف چلنا شروع کردیا۔ پٹرول و ڈالر ملنے پر مغربی ملکوں کے دیوانے بن کر ان ممالک میں عیاشیاں شروع کردیں، جوا اور ریس کے عادی بن گئے۔ ہر زمانے میں اکثر مسلم حکمراں اپنی حکومت میں اسلامی احکام پر حکومت چلانے کے بجائے انسانی قوانین بنا کر حکومت کی اور خود کثرت سے عورتیں رکھنا، عیش و عیاشی کرنا اور تعمیرات، ناچ گانا بجانا کے شوقین بنے رہے، بہت کم قرآن مجید کی مثال پیش کرسکے۔

غیر مسلموں کو بھی ان دونوں سورتوں میں خاص سبق ہے

جو لوگ دعوت کا کام کررہے ہیں، وہ اپنی دعوت میں غیر مسلموں سے پوچھیں

کہ جب وہ اللہ کی زمین پر رہتے، اللہ کی غذائیں کھاتے، اللہ کی ہوا استعمال کرتے، اللہ کا پانی پیتے اور اللہ کے آسمان کے نیچے سوتے ہیں تو وہ خدا کو اکیلا کیوں نہیں مانتے؟ اور جب ان سے پوچھا جائے کہ دن کس نے بنایا؟ رات کس نے بنائی؟ پانی کون برساتا ہے؟ زندگی اور موت کون دیتا ہے؟ انڈے اور جاندار کے پیٹ میں بچے کون بناتا ہے؟ تو وہ کہیں گے کہ یہ سب کام اللہ کرتا ہے۔ طوفان، طغیانی اور زلزلوں میں، بارش رک جانے اور قحط پڑ جانے پر تم کس کو پکارتے ہو؟ کس سے مدد چاہتے ہو؟ تو وہ صاف طور پر کہتے ہیں کہ اللہ کو پکارتے، اللہ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ اللہ ہی یہ سب کام کرتا ہے، تو پھر تم لوگوں کو اسلام اکیلے اللہ کو ماننے کی دعوت دیتا ہے، تو کیوں انکار کرتے ہو؟ اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کیوں کرتے ہو؟ اگر اللہ تمہارے دماغ اور عقل وفہم کو ختم کردے، یا تمہارے ہتھیاروں کے اثر کو ختم کردے یا تمہارا علم چھین لے تو کیا پھر تم سائنس کی ترقی کرسکتے ہو؟ ارے سن لو اور اچھی طرح جان لو کہ علم عقل وفہم اور اسباب کا دینے والا اللہ ہی ہے۔